چاند سورج اور شہب ثاقب کی شہادت

ہستی باری تعالیٰ اور خاتم النبیینؐ اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر

حصہ ہشتم

شائع کردہ

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

از

شعبہ دعوت و ارشاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بار اول جنوری ۱۹۲۹ء عرفان پرنٹنگ پریس تعداد ایک ہزار

www.aaiil.org

آسمان سے چاند اور سورج کی شہادت

خدا کی ہستی پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی صداقت پر

حضرت نبی کریمؐ کی مہدی کے متعلق پیشگوئی

صحیح دار قطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ. ترجمہ: یعنے ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا یہ دو نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اول رات میں ہوگا یعنی تیرھویں تاریخ میں اور سورج اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا۔ یعنے اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا۔

صرف مہدی معہود کے وقت اس کا ہونا مقدر ہے۔ اب تمام انگریزی اور اُردو اخبار اور جملہ ماہرین ہیئت اس بات کے گواہ ہیں کہ میرے زمانہ میں ہی جسکو عرصہ قریباً بارہ سال کا گذر چکا ہے اسی صفت کا چاند اور سورج کا گرہن رمضان کے مہینہ میں وقوع میں آیا ہے۔ اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے اول اس ملک میں اور دُوسرے امریکہ میں اور دونوں مرتبہ انہیں تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔ اور چونکہ اس گرہن کے وقت میں مہدی معہود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہیں تھا اور نہ کسی نے میری طرح اس گرہن کو اپنی مہدویت کا نشان قرار دے کر صدہا اشتہار اور رسالے اُردو اور فارسی اور عربی میں دُنیا میں شائع کیے اس لئے یہ نشان آسمانی میرے لئے متعین ہوا۔ دُوسری اس پر دلیل یہ ہے کہ بارہ برس پہلے اس نشان کے ظہور سے خدا تعالیٰ نے اس نشان کے بارے میں مجھے خبر دی تھی کہ ایسا نشان ظہور میں آئے گا اور وہ خبر براہین احمدیہ میں درج ہو کر قبل اس کے جو یہ نشان ظاہر ہو لاکھوں آدمیوں میں مشتہر ہو چکی تھی۔

اور بڑا افسوس ہے کہ ہمارے مخالف سراسر تعصب سے یہ اعتراض کرتے ہیں

اوّل :- یہ کہ حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ چاند گرہن پہلی رات میں ہوگا اور سورج گرہن بیچ کے دن میں مگر ایسا نہیں ہوا۔ یعنی اُن کے زعم کے موافق" چاند گرہن شب ہلال کو ہونا چاہیئے تھا جو قمری مہینہ کی پہلی رات ہے اور سورج گرہن قمری مہینے کے پندرھویں دن کو ہونا چاہیئے

تھا جو مہینہ کا بیچوں دن ہے "۔ مگر اس خیال میں سراسر ان لوگوں کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ دنیا جب سے پیدا ہوئی ہے چاند گرہن کے لئے تین راتیں خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں مقرر ہیں۔ یعنے تیرہویں، چودھویں، پندرھویں اور چاند گرہن کی پہلی رات جو خُدا کے قانونِ قدرت کے مطابق ہے وہ قمری مہینے کی تیرہویں رات ہے اور سورج گرہن کے لئے تین دن خدا کے قانونِ قدرت میں مقرر ہیں یعنے قمری مہینے کا ستائیسواں اٹھائیسواں اور انتیسواں دن۔ اور سورج کے تین دن گرہن میں سے قمری مہینہ کے رُو سے اٹھائیسواں دن بیچ کا دن ہے سو انہیں تاریخوں میں عین حدیث کے منشاء کے موافق سورج اور چاند کا رمضان میں گرہن ہوا۔ یعنی چاند گرہن رمضان کی تیرہویں رات میں ہوا اور سورج گرہن اسی رمضان کے اٹھائیسویں دن ہوا۔

اور عرب کے محاورہ میں پہلی رات کا چاند قمر کبھی نہیں کہلاتا بلکہ تین دن تک اس کا نام ہلال ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک سات دن تک ہلال کہلاتا ہے دوسرا یہ اعتراض ہے کہ اگر ہم قبول کر لیں کہ چاند کی پہلی رات سے مُراد تیرہویں رات ہے اور سُورج کے بیچ کے دن سے مُراد اٹھائیسواں دن ہے تو اس میں خارق عادت کون سا امر ہوا۔ کیا رمضان کے مہینہ میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن نہیں ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی رسالت یا نبوت کے وقت میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے۔ جیسا کہ حدیث کے

ظاہر الفاظ اسی پر دلالت کر رہے ہیں۔ اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گرہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔ خاص کر یہ امر کس کو معلوم نہیں کہ اسلامی سن یعنی تیرہ سو برس میں کئی لوگوں نے محض افترا کے طور پر مہدی معہود ہونے کا دعویٰ بھی کیا بلکہ لڑائیاں بھی کیں۔ مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ ان کے وقت میں چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں دونوں جمع ہوئے تھے۔ اور جب تک یہ ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک بلاشبہ یہ واقعہ خارق عادت ہے کیونکہ خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں کہ اس کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے اور صرف حدیث ہی نہیں بلکہ قرآن شریف نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو آیت: وخسف القمر وجمع الشمس والقمر *

تیسرا یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث رفوع متصل نہیں ہے صرف امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آئمہ اہلبیت کا یہی طریق تھا کہ وہ بوجہ اپنی وجاہت ذاتی کے سلسلہ حدیث کو نام بنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک

---

* حاشیہ:- خدا تعالیٰ نے مختصر لفظوں میں فرمایا کہ آخری زمانہ کی نشانی یہ ہے کہ ایک ہی مہینہ میں شمس اور قمر کے کسوف و خسوف کا اجتماع ہوگا اور اسی آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا کہ اسوقت مکذب کو فرار کی جگہ نہیں رہے گی جس سے ظاہر ہے کہ وہ کسوف و خسوف مہدی معہود کے زمانہ میں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ وہ کسوف و خسوف خدا کی پیشگوئی کے مطابق واقع ہوگا اسلئے مکذبوں پر حجت پوری ہو جائے گی۔ منہ

پہنچانا ضروری نہیں سمجھتے تھے ان کی یہ عادت شائع متعارف ہے چنانچہ شیعہ مذہب میں صدہا اسی قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اور خود امام دارقطنی نے اس کو احادیث کے سلسلہ میں لکھا ہے ماسوا اس کے یہ حدیث ایک غیبی امر پر مشتمل ہے جو تیرہ سو برس کے بعد ظہور میں آگیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت مہدی معہود ظاہر ہوگا اس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن تیرہویں رات کو ہوگا اور اسی مہینہ میں سورج گرہن اٹھائیسویں دن ہوگا اور ایسا واقعہ کسی مدعی کے زمانہ میں بجز مہدی معہود کے زمانہ کے پیش نہیں آئے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی کھلی کھلی غیب کی بات بتلانا بجز نبی کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لا یظہر علےٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر بجز برگزیدہ رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔

پس جبکہ یہ پیشگوئی اپنے معنوں کی رو سے کامل طور پر پوری ہو چکی تو اب یہ کچے بہانے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے یا امام محمد باقر کا قول ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہرگز نہیں چاہتے کہ کوئی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پوری ہو یا کوئی قرآن شریف کی پیشگوئی پوری ہو۔ دنیا ختم ہونے تک پہنچ گئی۔ مگر بقول ان کے اب تک آخری زمانہ کے متعلق کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور اس حدیث سے بڑھ کر اور کون سی حدیث صحیح ہوگی۔ جس کے سند پر محدثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں۔ بلکہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ وہ صحت کے اعلےٰ درجہ پر ہے ٭ (حاشیہ صفحہ نمبر ۷ پر)

خدا کے نشانوں کو قبول نہ کرنا یہ اور بات ہے ورنہ یہ عظیم الشان نشان ہے جو مجھ سے پہلے ہزاروں علماء اور محدثین اسکے وقوع کے اُمیدوار تھے۔ اور منبروں پر چڑھ چڑھ کر اور رو رو کر اسکو یاد دلایا کرتے تھے چنانچہ سب سے آخر مولوی محمد لکھوکے والے اِسی زمانہ میں اسی گرہن کی نسبت اپنی کتاب احوال الآخرت میں ایک شعر لکھتے گئے ہیں۔ جس میں مہدی موعود کا وقت بتاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

تیرھویں چند ستاویں سورج گرہن ہوسی اُس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ہک روایت والے

پھر دُوسرے بزرگ جن کا شعر صدہا سال سے مشہور چلا آتا ہے۔ یہ لکھتے ہیں۔

در سنِ غاشی ہجری دو قِران خواہد بود ۱۳۱۱ھ
از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

یعنی چودھویں صدی میں جب چاند اور سُورج کا ایک ہی مہینہ میں گرہن ہوگا ۱۳۱۱ھ

---

* حاشیہ صفحہ ۶: فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ منہ

+ حاشیہ: شعر میں ستائیسویں کا لفظ سہو کاتب ہے یا خود مولوی صاحب سے بباعث بشریت سہو ہوگیا ہے۔ ورنہ جس حدیث کا یہ شعر ترجمہ ہے اس میں بجائے ستائیس کے اٹھائیسویں تاریخ ہے۔ منہ

تب وہ مہدی معہود اور دجال کے ظہور کا ایک نشان ہو گا۔ اِس شعر میں ٹھیک سن کسوف و خسوف درج ہوا ہے۔

" ذوالسنین ستارہ کا نکلنا ہے جس کے طلوع ہونے کا زمانہ مسیح موعود کا وقت مقرر تھا اور مدت ہوئی کہ وہ طلوع ہو چکا ہے۔ اسی کو دیکھ کر عیسائیوں کے بعض انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ اب مسیح کے آنے کا وقت آ گیا۔

اب قرآن کریم میں بعض قسموں کا فلسفہ بیان کرنے کے بعد اور اُس پر عربوں کے عقائد پر روشنی ڈالنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

اب جاننا چاہیئے کہ عرب کے لوگ بوجہ ان خیالات کے جو کاہنوں کے ذریعہ سے اُن میں پھیل گئے تھے نہایت شدید اعتقاد سے ان باتوں کو مانتے تھے کہ جس وقت کثرت سے ستارے یعنی شہب گرتے ہیں تو کوئی بڑا عظیم الشان انسان پیدا ہوتا ہے خاص کر اُن کے کاہن جوارح خبیثہ سے کچھ تعلق پیدا کر لیتے تھے اور اخبار غیبیہ بتلایا کرتے تھے اُن کا تو گویا پختہ اور یقینی عقیدہ تھا کہ کثرت شہب یعنی تاروں کا معمولی اندازہ سے بہت زیادہ ٹوٹنا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی نبی دُنیا میں پیدا ہونے والا ہے۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعثت کیوقت حد سے زیادہ سقوط شہب ہوا جیسا کہ سورۃ الجن میں خدا تعالیٰ نے اِس واقعہ کی شہادت دی ہے۔ اور حکایتاً عن الجنات فرمایا ہے۔ وانا لمسنا السماء فوجدنا ھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا و

انا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد لہ شہاباً رصداً۔
سورۃ الجن الجز و نمبر ۲۹۔ یعنی ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو چوکیداروں سے یعنی فرشتوں سے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور ہم پہلے اس سے امور غیبیہ کے سننے کے لئے آسمان میں گھات میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور اب جب ہم سننا چاہتے ہیں تو گھات میں ایک شعلے کو پاتے ہیں۔ جو ہم پر گرتا ہے۔" ان آیات کی تائید میں کثرت سے احادیث پائی جاتی ہیں۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ۔ سب اسی قسم کی حدیثیں اپنی تالیفات میں لاتے ہیں۔ کہ شہب کا گرنا شیاطین کے رد کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور امام احمد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ شہب جاہلیت کے زمانہ میں بھی گرتے تھے لیکن ان کی کثرت اور غلظت بعثت کے وقت میں ہوئی چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں جب کثرت سے شہب گرے تو اہل طائف بہت ہی ڈر گئے اور کہنے لگے کہ شاید آسمان کے لوگوں میں تہلکہ پڑ گیا۔ تب ایک نے ان میں سے کہا کہ ستاروں کی قرار گاہوں کو دیکھو اگر وہ اپنے محل اور موقعہ سے ٹل گئے ہیں تو آسمان کے لوگوں پر کوئی تباہی آئی۔ ورنہ یہ نشان جو آسمان پر ظاہر ہوا ہے ابن ابی کبشہ کی وجہ سے ہے۔ (وہ لوگ شرارت کے طور پر آنحضرت صلعم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے) غرض عرب کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جب کوئی نبی دنیا میں آتا ہے یا کوئی اور عظیم الشان آدمی پیدا ہوتا ہے تو کثرت سے تارے ٹوٹتے ہیں۔ اسی وجہ سے بمناسبت

خیالات عرب کے شہب کے گرنیکی خداتعالےٰ نے قسم کھائی جس کا مدعا یہ ہے کہ تم لوگ خود تسلیم کرتے ہو اور تمہارے کاہن اسبات کو مانتے ہیں کہ جب کثرت سے شہب گرتے ہیں تو کوئی نبی یا ملہم من اللہ پیدا ہوتا ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے چونکہ شہب کا کثرت سے گرنا عرب کے کاہنوں کی نظر میں اس بات کے ثبوت کے لئے ایک بدیہی امر تھا کہ کوئی نبی اور ملہم من اللہ پیدا ہوتا ہے اور عرب کے لوگ کاہنوں کے ایسے تابع تھے جیسا کہ ایک مرید مرشد کا تابع ہوتا ہے۔ اس لئے خداتعالےٰ نے وہی بدیہی امر اُن کے سامنے قسم کے پیرایہ میں پیش کیا تا ان کو اس سچائی کیطرف توجہ پیدا ہو کہ یہ کاروبار خداتعالےٰ کی طرف سے ہے انسان کا ساختہ پرداختہ نہیں

اگر یہ سوال پیش ہو کہ شہب کا گرنا اگر کسی نبی یا ملہم یا محدث کے مبعوث ہونے پر دلیل ہے تو پھر کیا وجہ کہ اکثر ہمیشہ شہب گرتے ہیں مگر اُن کے گرنے سے کوئی نبی یا محدث دُنیا میں نزول فرما نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکم کثرت پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس زمانہ میں یہ واقعات کثرت سے ہوں اور خارق عادت طور پر اُن کی کثرت پائی جائے تو کوئی مرد خُدا دنیا میں خداتعالےٰ کیطرف سے اصلاح خلق اللہ کے لئے آتا ہے۔ کبھی یہ واقعات ارہاص کے طور پر اسکے وجود سے چند سال پہلے ظہور میں آجاتے ہیں۔ اور کبھی عین ظہور کے وقت جلوہ نما ہوتے ہیں اور کبھی اُس کی کسی اعلیٰ فتح یابی کے وقت یہ خوشی کی روشنی آسمان پر ہوتی ہے۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کی ہے کہ شہب کا کثرت سے

گرنا کسی نبی کے آنے پر دلالت کرتا ہے۔ یا دین کے غلبہ کی بشارت دیتا ہے۔ مگر جو کچھ اشارات نص قرآن کریم سے سمجھا جاتا ہے وہ ایک مفہوم عام ہے۔ جس سے صاف اور صریح طور پر مستنبط ہوتا ہے کہ جب کوئی نبی یا وارث نبی زمین پر مامور ہو کر آئے یا آنے پر ہو یا اسکے ارہاصات ظاہر ہونے والے ہوں یا کوئی بڑی فتحیابی قریب الوقوع ہو تو ان تمام صورتوں میں ایسے ایسے آثار آسمان پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس سے انکار کرنا نادانی ہے کیونکہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ بعض مصلح اور مجدد دین دنیا میں ایسے آتے ہیں کہ عام طور پر دنیا کو ان کی خبر بھی نہیں ہوتی۔"

شہب کی شہادت سیدنا حضرت مرزا صاحب یعنی مسیح موعودؑ کی صداقت پر

مجھ کو یاد ہے کہ ابتدائے وقت میں جب میں مامور کیا گیا تو مجھے یہ الہام ہوا کہ جو براہین احمدیہ کے ص۲۳۸ میں درج ہے یا احمد بارك الله فيك ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى۔ الرحمن علم القرآن۔ لتنذر قوما ما انذر آباء هم ولتستبين سبيل المجرمين۔ قل انى امرت وانا اول المؤمنين۔" یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی اور جو تو نے چلایا یہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے

چلایا۔ اُس نے مجھے علم قرآن کا دیا تا تو ان کو ڈرا دے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔ اور تا مجرموں کی راہ کھل جائے یعنی سعید لوگ الگ ہو جائیں اور شرارت پیشہ اور سرکش آدمی الگ ہو جائیں اور لوگوں کو کہدے کہ میں مامور ہو کر آیا ہوں اور میں اوّل المؤمنین ہوں۔

اِن الہامات کے بعد کئی طور کے نشان ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ کہ ۲۸ / نومبر ۱۸۸۵ء کی رات کو یعنی اس رات کو جو ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کے دن سے پہلے آئی ہے اس قدر شہب کا تماشا آسمان پر تھا جو میں نے اپنی تمام عمر میں اس کی نظیر کبھی نہیں دیکھی اور آسمان کی فضا میں اس قدر ہزارہا شعلے ہر طرف چل رہے تھے جو اس رنگ کا دنیا میں کوئی بھی نمونہ نہیں تا میں اسکو بیان کر سکوں مجھ کو یاد ہے کہ اسوقت یہ الہام بکثرت ہوا تھا کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی سو اس رمی کو رمی شہب سے بہت مناسبت تھی۔ یہ شہب ثاقبہ کا تماشا جو ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی رات کو ایسا وسیع طور پر ہوا جو یورپ اور امریکہ اور ایشیا کی عام اخباروں میں بڑی حیرت کے ساتھ چھپ گیا۔ لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ بیفائدہ تھا۔ لیکن خداوند کریم جانتا ہے کہ سب سے زیادہ غور سے اس تماشا کے دیکھنے والا اور پھر اُس سے حظ اور لذت اٹھانے والا میں ہی تھا۔ میری آنکھیں بہت دیر تک اس تماشا کے دیکھنے کی طرف لگی رہیں اور وہ سلسلہ رمی شہب کا شام سے ہی شروع ہو گیا تھا جسکو میں صرف الہامی بشارتوں کی وجہ سے بڑے

سرور کے ساتھ دیکھتا رہا کیوں کہ میرے دل میں الہاماً ڈالا گیا تھا کہ یہ تیرے لئے نشان ظاہر ہوا ہے۔

دُوسری شہادت ایک ستارہ کی

اور پھر اس کے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح کے ظہور کے وقت میں نکلا تھا۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ ستارہ بھی تیری صداقت کے لئے ایک دُوسرا نشان ہے۔

یونانیوں اور موجودہ سائنس دانوں کی جو رائے "شہب ثاقبہ" کے متعلق ہے اس پر تنقید کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :

"اب اس تمام تحقیقات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت کائنات الجو بالخصوص شہب ثاقبہ اور دُمدار ستاروں کے بارے میں کوئی قطعی اور یقینی طریق بصیرت ہیئت دانوں اور طبعی دانوں کو اب تک ہاتھ میں نہیں آیا جب کبھی اُن کے قواعد تراشیدہ کے برخلاف کوئی امر ظہور میں آتا ہے تو ایک سخت پریشانی اور حیرت ان کو لاحق ہو جاتی ہے اور گھبراہٹ کا ایک غل غبارہ ان میں اٹھتا ہے۔

یورپ کے ہیئت دان اور سائنس اور نجوم میں بڑی بڑی لافیں مارنے والے ہمیشہ کائنات الجو اور ان کے نتائج کے بارہ میں پیشگوئیاں ایک بڑے دعوے کے ساتھ شائع کیا کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو قحط سالیوں سے ڈراتے اور طوفانوں

اور آندھیوں کی پیش خبری سے دھڑکے میں ڈالتے اور کبھی بروقت کی بارشوں اور ارزانی کی اُمیدیں دیتے ہیں۔ مگر قدرت حق ہے کہ اکثر وہ اُن خبروں میں جھوٹے نکلتے ہیں مگر با ایں ہمہ پھر بھی لوگوں کے دماغوں کو ناحق پریشان کرتے رہتے ہیں۔ یوں تو وہ اپنے فکروں کو دُور تک پہنچا کر خدائے عزّوجلّ کی خدائی میں ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر حکمت ازلی ہمیشہ ان کو شرمندہ کرتی ہے۔ اب ظاہر ہے جن لوگوں کی فاش خطا ہمیشہ ثابت ہوتی رہتی ہے ان کی نسبت کیونکر گمان کر سکتے ہیں کہ جو کچھ اُنہوں نے نظام اور سائنس کے بارے میں اب تک دریافت کیا ہے وہ سب یقینی ہے ہمیں تو ان کے اکثر معلومات کا ظنی مرتبہ ماننے میں بھی شرم آتی ہے۔ کیونکہ اب تک اُن کے خیالات میں بے اصل اور بے ثبوت باتوں کا ذخیرہ بڑھا ہوا ہے۔ اسوقت امام رازیؒ کا یہ قول نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے کہ من اراد ان یکتال مملکت الباری بمکیال العقل فقد ضل ضلالاً بعیدا۔ یعنی جو شخص خدا تعالےٰ کے ملک کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا چاہے تو وہ راستی اور صداقت اور سلامت روی سے دُور جا پڑا۔

اب اِس عاجز پر خداوند کریم نے جو کچھ کھولا اور ظاہر کیا وہ یہ ہے کہ اگر ہیئت دانوں اور طبعی دانوں کے قواعد کسی قدر شہب ثاقبہ اور مدار ستاروں کی نسبت قبول بھی کئے جائیں تب بھی جو کچھ قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ وعزاسمہ نے ان کائنات الجو کی روحانی اغراض کی نسبت بیان فرمایا ہے۔ اس میں اور ان ناقص العقل حکماء کے بیان میں کوئی مزاحمت اور جھگڑا نہیں کیونکہ ان لوگوں نے تو اپنا منصب صرف اِس قدر

قرار دیا ہے کہ علل مادیہ اور اسباب عادیہ ان چیزوں کے دریافت کر کے نظام ظاہری کا ایک باقاعدہ سلسلہ مقرر کر دیا جائے۔ لیکن قرآن کریم میں روحانی نظام کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالٰے کا ایک فعل اس کے دوسرے فعل کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ پس کیا یہ تعجب کی جگہ ہو سکتی ہے کہ جسمانی اور روحانی نظام خدا تعالٰے کی قدرت سے ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں۔ بالخصوص جس حالت میں ہمیشہ ربانی مصلح دُنیا میں آتے رہتے ہیں اور خدا تعالٰے کے بڑے بڑے ارادوں کی حرکت شروع رہتی ہے اور کوئی صدی ایسی نہیں آتی کہ جو دُنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں ان امور میں سے کسی امر کا ظہور نہ ہو تو اِس بات کے ماننے کے لئے ذرہ بھی استبعاد باقی نہیں رہتا کہ کثرت شہب وغیرہ روحانی طور پر ضرور خدا تعالٰے کی اس روحانی انتظام کے تجدد اور حدوث پر دلالت کرتے ہیں۔ جو الٰہی دین کی تقویت کے لئے ابتداء سے چلا آتا ہے۔ خاص کر جب اِس بات کو ذہن میں خوب یاد رکھا جائے کہ کثرت سقوط شہب وغیرہ صرف اسی امر سے براہ راست مخصوص نہیں کہ کوئی نبی یا وارث نبی اصلاح دین کے لئے پیدا ہو بلکہ اس کے ضمن میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس نبی یا وارث اور قائم مقام نبی کے ارہاصات پر بھی کثرت شہب ہوتی ہے بلکہ اس کی نمایاں فتوحات پر بھی کثرت سقوط شہب ہوتی ہے کیونکہ اسوقت رحمان کا لشکر شیطان کے لشکر پر کامل فتح پالیتا ہے۔ پس جب ایسے بڑے بڑے امور پیدا ہونے لگتے ہیں کہ اس نبی یا وارث نبی کے لئے بطور ارہاص ہوں یا اس کی کامیابیوں کے اول درجہ پر ممد اور معاون ہیں یا اس کی فتح یابی کے آثار ہیں۔ تو ان کے قرب زمانہ

میں بھی کثرت سقوط شہب وغیرہ حوادث وقوع میں آجاتے ہیں۔ تو اس صورت میں ہر ایک غبی کو بھی یہ بات صفائی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ درحقیقت یہ کثرت سقوط شہب روحانی سلسلہ کی متفرق خدمات کے لئے اور اُن کے اوّل یا آخر یا درمیان میں آتی ہے اور وہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور جاری رہے گا۔

مثلاً حال کے یورپ کے ہیئت دان جو ۲۷ نومبر ۱۸۸۵ء کے شہب یا انیسویں صدی کے دوسرے واقعات شہب کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اُن پر ایسا ناز در دیتے ہیں کہ گویا اُن کے پاس سب سے بڑھ کر یہی نظیریں ہیں۔ وہ ذرا غور سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس صدی کے اواخر میں جو روحانی سلسلہ کے بڑے بڑے کام ظہور میں آنے والے تھے اور خدا تعالیٰ اپنے ایک بندہ کے توسط سے دین توحید کے تازہ کرنے کے لئے ارادہ فرما رہا تھا۔ اس لئے اُس نے اسی انیسویں صدی عیسوی میں کئی دفعہ کثرت سقوط شہب کا تماشا دکھلایا تا وہ امر موکد ہو جاوے جس کا قطعی طور پر اُس نے ارادہ فرما دیا ہے۔